(قسط ۵۴) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی*

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

۱۹۸۱ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب وروز اور اسفار کے علاوہ اعزّہ واقارب، اہل محلّہ وگردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال وواقعات درج فرماتے۔آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

پی ٹی سی کے چیئرمین اور مجاہدین کی جماعت 'قومی اتحاد' کے امیر کی آمد

۵ فروری: پاکستان ٹوبیکو کمپنی (پی۔ٹی۔سی) کے چیرمین جناب نظام اے شاہ نے مقامی انتظامیہ اور چیئرمین بلدیہ اکوڑہ وارکین بلدیہ کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی ملاقات عیدگاہ کے توسیعی منصوبہ اور دارالعلوم کے مختلف شعبوں کا معائنہ کیا اور بہت محظوظ ہوئے، انہوں نے الحق اور مؤتمر المصنفین وغیرہ کے شعبے بھی دیکھے۔اسی روز افغان مجاہدین کی ایک جماعت قومی اتحاد افغانستان کے امیر مولانا فتح خان حقانی اور نائب امیر ودیگر حضرات جو دارالعلوم حقانیہ ہی کے فضلاء تھے۔احقر سے ملاقات کی اور تبادلۂ خیالات کیا۔

حضرت مولانا عبدالحقؒ کی سرپرستی میں وفاق کی مجلس عاملہ کا اجلاس

۲۱ فروری: کو وفاق المدارس العربیہ کی مجلس عاملہ کا اہم اجلاس راولپنڈی میں منعقد ہوا۔جس میں قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کی رپورٹ اور حکومت کے مجوزہ پروگرام پر غور وخوض کیا گیا۔حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ جنہیں مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کی وفات کے بعد وفاق المدارس کا باضابطہ سرپرست بنایا گیا نے بھی ایجنڈا کی اہمیت کی بنا پر شرکت کی۔احقر سمیع الحق میں نے بھی قومی کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے جو

کام کیا تھا اس سے عاملہ کو تفصیلاً آگاہ کیا۔ عاملہ کے کہنے پر میں نے اس سلسلہ میں ایک توثیقی قرارداد مرتب کی جسے عاملہ نے متفقہ طور پر منظور کیا۔ اس قرارداد کا متن یہ ہے:

قومی کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے رپورٹ اور قرارداد کو مرتب کرنا

قرارداد: نصاب و نظام تعلیم کی اصلاح کے ساتھ مدارس کے اصل روح کا تحفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم:

مدارس عربیہ کے نصاب و نظام تعلیم کی فلاح و اصلاح کے سلسلہ میں جن مقاصد کے ماتحت قومی کمیٹی برائے دینی مدارس قائم ہوئی ۔ اس کمیٹی میں شامل مسلک دیوبند کی ترجمانی اور وفاق المدارس العربیہ کی نمائندگی کرنیوالے فاضل ارکان نے کمیٹی کے آغاز سے سفارشات کی تکمیل تک کمیٹی کے ساتھ بھرپور اور مؤثر تعاون کیا۔ مگر اس پورے عرصہ میں ان ارکان نے یہ جدوجہد بھی کی کہ ایک طرف مدارس عربیہ کے نصاب کی نہایت فاضلانہ اور جامع حیثیت بھی مجروح نہ ہونے پائے جو آگے چل کر فارغ التحصیل ہونے والے علماء کے رسوخ فی الدین تعمق اور علمی صلاحیتوں پر اثر انداز ہو۔ دوسری طرف موجودہ دور کی تعلیمی سندات اور ڈگریوں سے معادلہ کے ضمن میں عصری علوم و مضامین جو نہایت لازمی اور ضروری ہوں صرف ان کو شامل نصاب کرنے پر اکتفا کیا جائے۔

اس کیساتھ ان ارکان کا یہ غیر متزلزل موقف بھی رہا کہ مجوزہ اصلاحی اقدامات سے کوئی بھی ایسی صورت ان مدارس کیلئے ناقابل برداشت ہوگی جن سے ان مدارس کی خودمختاری حیثیت اور آزادی مجروح ہوا ہو۔ صدیوں سے آزمودہ للہی طریقہ کار میں رخنہ پڑے کیونکہ ایسی کوئی بھی مداخلت آگے چل کر مدارس کے اصل دینی مقاصد روحانی اور اخلاقی تربیت، تعلیمی روح اور ڈھانچہ کو درہم برہم کر کے رکھ دے گی۔ کمیٹی کے سامنے جب مدارس کے اصلاحی و تنظیمی اور نصابی امور کے بارہ میں ایک خودمختار ادارہ کی تشکیل کا مسئلہ آیا تو ہمارے ان فاضل ارکان نے حکومتوں کے عمل دخل سے آزاد رکھنے کی خاطر اس بورڈ کی تشکیل کے بارہ میں اپنا متبادل خاکہ پیش کیا جو ہمارے لئے نہایت ناگزیر تھا مگر اسے نظرانداز کیا گیا اور اسے بہت معمولی اور خفیف ثابت کرنے کیلئے ہمارے ارکان کے متفقہ اختلافی نوٹ کی بجائے ایک فاضل رکن کے وضاحتی نوٹ کی صورت میں رپورٹ کے آخر میں شامل کیا گیا۔ ہمارے ان ارکان کا مؤقف کسی علمی تنگ نظری یا جمود اور عصر حاضر کی ضروری مضامین اور علوم کو شامل کرنے سے گریز کرنے کی وجہ سے نہ تھا۔ جب کہ انہیں خود بھی اسے بہتر سے بہتر بنانے کا احساس ہے لیکن ان مقاصد کی وجہ سے اگر ان مدارس کی آزادی اور خودمختاری داؤ پر لگادی جاتی تو نتیجتاً ان مدارس سے امت کو دنیا کی بھلائی تو کیا ملتی دین اور دینی

مقاصد سے بھی ہاتھ دھونا پڑ جاتا۔

وفاق المدارس اور اکابر علماء کا مجوزہ پروگرام مسترد کرنے کی قرارداد کا متن

چنانچہ رپورٹ کے سامنے آجانے سے وفاق المدارس اور دیوبند کے اکابر علماء کرام نے موجودہ اور مستقبل کے خدشات کے پیش نظر مورخہ ۳۰ رجب ۱۳۹۹ھ جون ۱۹۸۰ء کوملتان میں اپنے مجلس عاملہ کے اجلاس میں اس پروگرام کو مسترد کر کے قرارداد پاس کی۔ جس کے بعد مجلس شوریٰ نے ۳۰ نومبر ۸۰ء کے اجلاس میں توثیق بھی کردی، اس قرارداد کا متن یہ ہے:

مجلس عاملہ کا یہ اجلاس اصلاح نصاب ونظام کے سلسلہ میں مجوزہ قومی کمیٹی کی تجاویز وسفارشات کے ہر پہلو پر پورے اخلاص کے ساتھ غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ مدارس عربیہ کی موجودہ صورت میں ان مدارس عربیہ سے جو فراغت پاتے ہیں۔ اخلاص وللّٰہیت، رسوخ فی العلم، تدین وتقویٰ، حریت وعمل جہاد وجہدللہ، بے لوث دینی وعلمی خدمات کے لحاظ سے ان کا ایک ممتاز مقام ہوتا ہے، پچھلے سو سال سے ہمارے اسلاف نے ملک وملت کے بقاء اور دینی وملی خدمات کیلئے اس نظام تعلیم کو ذریعہ بنایا ہوا ہے اگر ان مدارس کے نصاب میں مجوزہ عصری علوم بھی شامل کر لئے گئے تو ایک طرف تو علماء کا مطمح نظر یہی عصری ڈگریاں، عہدے اور مناصب بن جائیں گے اور دوسری طرف اعتماد علی اللہ، اخلاص وللّٰہیت اور دین کی بے لوث خدمت کا جذبہ ختم ہو جائے گا۔ تیسری طرف نصاب تعلیم اتنا بوجھل اور بھاری ہو جائے گا کہ جس کی وجہ سے علوم دینیہ عربیہ میں رسوخ فی العلم اور اعلیٰ استعداد وصلاحیت برقرار نہیں رہ سکے گی جس کی مثال یونیورسٹی اور کالجوں کے شعبۂ عربی واسلامیات کے فضلاء کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس لحاظ سے اب تک تجربات، اسلاف کی دور اندیشی اور دینی بصیرت کی روشنی میں اس اجلاس کا یہ فیصلہ ہے کہ کمیٹی کی مجوزہ سفارشات (جس میں ہمارے نمائندوں کی متبادل تجاویز کو اختلافی نوٹ کی شکل میں رکھا گیا ہے) کو مسترد کیا جائے اور مسلک دیوبند اور وفاق سے وابستہ تمام مدارس سے قطعی توقع رکھتا ہے کہ دینی مفاد، علمی رسوخ واستعداد کی بقاء اور حفاظت کی خاطر ایسے تمام مجوزہ اقدامات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی یہ اجلاس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ ملک کے پچانوے فیصد جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی دینی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں سکولوں کالجوں یونیورسٹیوں کے نصابوں اور طریق تعلیم میں فوری طور پر ممتاز اور جید علماء کرام کی سفارشات کی روشنی میں ایسی تبدیلی کی جائے کہ وہاں سے فارغ ہونے والے دینی اور اسلامی علوم سے پوری طرح آگاہ ہوسکیں اور آگے چل کر ملک کے بہترین اور صالح شہری ثابت ہوسکیں۔

مولانا ولایت شاہ کاکاخیل کی وفات

۲۳ فروری: مولانا ولایت شاہ صاحب کاکاخیل فاضل دیوبند جو دارالعلوم کے نہایت مخلص اور سرکردہ اراکین شوریٰ میں تھے اور مخدوم ومحترم میاں مسرت شاہ کاکاخیل کی وفات کے بعد دارالعلوم کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔کافی عرصہ سے مرض قلب کے شکار رہ کر ۲۳ فروری کو انتقال فرما گئے ۔ جس سے علاقہ بھر کے علمی ودینی حلقوں کو عموماً اور دارالعلوم کو بالخصوص شدید صدمہ پہنچا۔

۲۴ فروری کوان کے گاؤں حکمت آباد میں جنازہ ہوا جسے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے پڑھایااور حاضرین اور سارے خاندان کوکلمات تعزیت سے نوازا ۔ اس موقع پر دارالعلوم کے اکثر اساتذہ واراکین بھی موجود تھے۔ احقر نے تدفین سے قبل مولانا کی خدمات پر تعزیتی خطاب کیا۔ دارالعلوم میں مولانا مرحوم کیلئے ایصال ثواب کااہتمام ہوااور دعائیں کی گئیں۔

کتب خانہ حقانیہ کیلئے نواب آف ٹیری ایوب مامون صاحب اور مولانا حلیم گل کا عطیہ

مشہور صاحب خیر نواب آف ٹیری مرحوم ضلع کوہاٹ کے گراں قدر کتب خانہ کا ایک بڑا حصہ ان کے ورثاء نے دارالعلوم حقانیہ کے کتب خانہ میں وقف کرا کر محفوظ کروایا تھا۔اب اس کتب خانہ کے مزید کچھ حصہ ان کے ایک عزیز کیپٹن نواب زادہ عبدالصبور خٹک کے ذریعے پہنچ چکا ہے۔

کراچی کے جناب ایوب ماموں صاحب نے دورۂ حدیث کے مکمل دس سیٹ ارسال فرمائے ہیں اورتورڈھیر کے مولانا سید حلیم گل مرحوم کے ورثاء نے ان کی کتابیں دارالعلوم بھیج کر صدقۂ جاریہ کا یک دروازہ اپنے لئے کھول دیا ہے۔دارالعلوم سب کا ممنون ہے۔

مولانا حمداللہ ڈاگئی اور بریگیڈئر گلزار احمد کی آمد

۲۵ر فروری: مولانا حمداللہ صاحب ڈاگئی مردان دارالعلوم تشریف لائے اور طلباء سے خطاب فرمایا۔

۳ر مارچ: صاحب علم وفکر جناب بریگیڈیر گلزار احمد صاحب دارالعلوم تشریف لائے ، دفتر الحق میں مجھ سے تبادلہ خیالات ہوا۔

حافظ خوشحال دین کی رحلت

۷ر مارچ: اکوڑہ خٹک کے ایک معمر حافظ قرآن خوشحال دین صاحب رحلت فرماگئے انہوں نے ساری زندگی قرآن کریم کے درس اور حفظ کرانے میں خرچ کی۔ حضرت شیخ الحدیث نے نماز جنازہ پڑھائی۔

۸ر مارچ: دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ تعلیم القرآن مڈل سکول کے دینیات کے سالانہ امتحانات ہوئے ۔ دارالعلوم کے جید اساتذہ اور شہر کے بعض علماء نے امتحان لیا۔

مولانا فضل محمد فقیر والی کی وفات

۹/ مارچ: مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی کے حضرت مولانا فضل محمد صاحب مرحوم کی وفات پر دارالعلوم میں اظہار تعزیت کیا گیا احقر نے درس حدیث کے بعد دارالحدیث میں ایصال ثواب اور دعا کرائی۔

۱۲/ مارچ: مولانا عبدالباقی صاحب سرحد کے صوبائی وزیر مال واوقاف دارالعلوم تشریف لائے۔حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے ملاقات کی نئی ذمہ داریاں نبھانے کے لئے دعا کی درخواست کی۔وہ کافی دیر تک دفتر الحق میں میرے ساتھ رہے۔

۱۴/ مارچ: دارالعلوم کے ششماہی امتحانات تحریری اور تقریری شروع ہوئے جو ایک ہفتہ جاری رہے

دارالحفظ کیلئے لکڑی کا عطیہ

۱۵/ مارچ: دارالعلوم کے شعبہ تجوید وتحفیظ قرآن کریم کی شاندار عمارت زیر تعمیر ہے۔تعمیری ضروریات کے سلسلہ میں لکڑی کے بعض تجار کو لکڑی کی شکل میں مدد فرمانے کی توجہ دلائی گئی۔اس اپیل پر درگئی کے ایک نہایت صاحب درد اور مخیر شخصیت نے تقریباً تین سو فٹ سے زائد عمدہ لکڑی بطور عطیہ پیش فرمائی۔اس خطیر امداد پر پورا حلقہ دارالعلوم ممنون اور دعا گو ہے تقریباً ایک ہزار فٹ تعمیراتی لکڑی کا تخمینہ ہے۔

شیخ الحدیث کی خالہ مرحومہ کا انتقال

۲۸/ مارچ: حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی ایک معمر اور خدارسیدہ خالہ محترمہ کا بمقام لونڈخوڑ مردان میں انتقال ہوگیا۔نماز جنازہ حضرت مدظلہ نے پڑھائی اور مقبرہ میں حاضرین سے گھنٹہ بھر خطاب فرمایا۔مرحومہ مولوی فضل سبحان فاضل حقانیہ اور مولانا عزیز الرحمٰن کی والدہ محترمہ تھیں۔اللھم اغفرھا وارحمھا واجعل الفردوس مأواھا

مولانا مفتی محمود کی رحلت پر نئے سیکرٹری جنرل کا انتخاب اور نظام العلماء کا سیاسی اتحاد واشتراک کے مسئلہ پر موقف:

مندرجہ بالا موضوع سے متعلق مولانا زاہد الراشدی صاحب کے دو مکتوب حضرت مولانا سمیع الحق کی ڈائری میں ملے،یہ انتہائی حساس اور اہم موضوع ہے جس میں جمعیت کی دو دھڑوں میں تقسیم کی وجوہات اکابرین کے سرخیل حضرت مولانا عبداللہ درخواستی کا دوٹوک موقف واضح ہوکر سامنے آجاتا ہے،تاریخ کا یہ اہم ورق درج کرنا ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے بھی از حد ضروری ہے جو کہ جمعیت کی تقسیم کا ذمہ دار حضرت مولانا سمیع الحق کو قرار دیتے ہیں،معروضی حقائق سے بے خبر ہوکر بے سروپا تجزیے کرتے رہتے ہیں۔

ہوا جو کچھ یوں ہے:

مارچ ۱۹۸۱ء

مفتی محمود کے بعد نئے سیکرٹری جنرل کا انتخاب جمہوریت برائے اسلام O اسلام اور جمہوریت دشمن عناصر سے اشتراک

پارٹی کے سربراہ مولانا محمد عبد اللہ درخواستی نے نظام العلماء پاکستان کی مرکزی جنرل کونسل کا اجلاس ۱۶ مارچ کو خانپور میں طلب کرلیا ہے۔ جس میں مولانا مفتی محمود کی جگہ نئے سیکرٹری جنرل کے انتخاب کے علاوہ دوسری جماعتوں کے ساتھ اشتراک وتعاون کے بارے میں بھی حتمی فیصلہ کیا جائے گا۔انہوں نے کہا کہ ہم نے قومی ودینی مفاد میں ہمیشہ دوسری جماعتوں کے ساتھ تعاون کیا ہے اور اب بھی اس سے گریز نہیں کریں گے۔لیکن اس تعاون کے مقاصد میں جمہوری اقدار کی بحالی کے ساتھ ساتھ اسلامی نظام کے موثر اور منکرین ختم نبوت کے بارے میں آئینی فیصلہ پر عمل درآمد جیسے بنیادی نکات کو شامل کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ ہم جمہوریت برائے جمہوریت کے نہیں بلکہ جمہوریت برائے اسلام کے قائل ہیں اور اسلامی مقاصد کو پس پشت ڈال کر کسی تعاون میں شرکت ہمارے لیے مشکل امر ہوگی انہوں نے کہا کہ ہم ابھی تک جماعتی سطح پر کسی اتحاد میں شامل ہونے کا فیصلہ نہیں کیا۔اور اس سلسلہ میں ۱۶ مارچ ۸۱ کو حتمی فیصلہ ہوگا اور پارٹی کے راہنما اور جنرل کونسل جو فیصلہ بھی کرے گی وہ ہر رکن کو دل وجان سے قبول ہوگا لیکن میری ذاتی رائے یہ ہے۔کہ جمہوریت کی بحالی کے لیے جمہوریت کے تحفظ پر یقین رکھتے ہیں اور موجودہ حالات میں ملکی صورت حال میں مثبت پیش رفت کے لیے اسے ہی واحد راستہ سمجھتے ہیں۔لیکن اس مقصد کے لیے ان عناصر کے ساتھ اشتراک وتعاون کا رویہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے جن کے ہاتھوں سے ابھی تک جمہوریت کا خون ٹپک رہا ہے اور جنہوں نے اپنے دور اقتدار میں جمہوری اقدار اور جمہوری اداروں کے تقدس کو سرعام پامال کیا ہے انہوں نے کہا کہ جمہوریت صرف اصولوں کا نہیں بلکہ کردار کا بھی نام ہے اور کردار سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف جمہوریت کے زبانی دعوؤں پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا زاہد الراشدی

مرکزی سیکرٹری اطلاعات نظام العلماء پاکستان

مولانا مفتی محمود کے وفات کے بعد جمعیۃ علماء اسلام کے خلفشار پر مدلل اظہار خیال:

(مولانا زاہد الراشدی کے قلم سے)

۲۹ اپریل ۱۹۸۱ء: مکرمی زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی؟ گزارش ہے کہ ہمارے چار مخدوم ومحترم بزرگوں حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ العالیٰ آف کندیاں شریف، حضرت مولانا سراج احمد صاحب مدظلہ العالیٰ آف دین پور شریف، حضرت مولانا محمود اسعد صاحب مدظلہ العالیٰ آف ھالیجی شریف اور حضرت مولانا سید محمد شاہ صاحب مدظلہ العالیٰ آف امروٹ شریف کے دستخطوں سے ایک اعلان سامنے آیا ہے جس میں حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی مدظلہ امیر نظام العلماء پاکستان پر آمرانہ اور غیر دستوری رویہ کا الزام لگاتے ہوئے یکطرفہ طور پر مرکزی مجلس عمومی کا اجلاس

۱۰ر مئی ۸۱ء کو مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں طلب کرنے کے فیصلہ کا اظہار کیا گیا ہے۔

میں انتہائی ادب واحترام کے ساتھ نظام العلماء پاکستان کے ایک کارکن اوران بزرگوں کے ایک ادنیٰ خادم کی حیثیت سے موجودہ جماعتی خلفشار کے سلسلہ میں چند ضروری معروضات ذمہ دار جماعتی احباب کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں تا کہ تصویر کا دوسرارخ بھی سب حضرات کے سامنے رہے اور کسی حتمی اور دوٹوک رائے تک پہنچنے سے قبل وہ مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرسکیں۔

ناظم عمومی کیلئے مولانا فضل الرحمان کی نامزدگی پر دستور جمعیۃ سے انحراف:

قائد محترم حضرت مولانا مفتی محمود صاحب قدس سرہ العزیز کی وفات حسرت آیات کے کچھ عرصہ بعد جب انکی جگہ ناظم عمومی کے منصب کیلئے برادرم صاحبزادہ فضل الرحمان صاحب کا نام بعض جماعتی حلقوں کی طرف سے سامنے آیا تو ہماری سوچی سمجھی اوردوٹوک رائے تھی کہ انہیں مرکزی نظماء کے گروپ میں ضرور شامل کرنا چاہیے تا کہ وہ ناظم عمومی کے منصب سے پہلے ایک تجرباتی دور سے گزرسکیں لیکن پہلے ہی مرحلہ میں انہیں ناظم عمومی بنادینا نہ ان کیلئے اور نہ ہی جماعت کیلئے مناسب اور باوقار بات ہوگی۔ناظم عمومی کیلئے ہمارا خیال یہ تھا کہ کسی سینئر بزرگ کو یہ ذمہ داری سونپ دی جائے اور انکی سرکردگی میں صاحبزادہ فضل الرحمان صاحب سمیت چار متحرک اور سرگرم نظماء کا گروپ بنادیا جائے جو ایک ٹیم کی صورت میں ورک کرے اور جماعتی نظم ونسق کو سنبھالتے ہوئے قومی معاملات میں جماعت کے کردار کو آگے بڑھائے۔اس کے ساتھ ہی ہمارا دوٹوک موقف یہ بھی تھا کہ یہ مسئلہ ووٹنگ کی بجائے باہمی افہام وتفہیم کے ساتھ طے ہونا چاہیے کیونکہ ہمارے ہاں قیادت کے سوال پر الیکشن مہم اور ووٹنگ کی روایت موجود نہیں ہے اور ویسے بھی موجودہ حالات میں جماعت ووٹنگ اور اسکے نتائج کی متحمل نہیں ہے۔خانپور کے اجلاس سے کافی عرصہ قبل حیدرآباد اور میرپور خاص کے دورہ کے موقع پر حضرت مولانا سید محمد شاہ صاحب امروٹی مدظلہ العالیٰ اور برادرم صاحبزادہ فضل الرحمان صاحب سے ان دونوں امور پر میری مفصل بات چیت ہوئی اور دونوں حضرات نے اصولاً میری دونوں گزارشات سے اس وقت اتفاق فرمایا اور ہمارے درمیان یہ بات طے پائی کہ اگر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم ناظم عمومی کے منصب کیلئے تیار ہوجائیں تو اس فارمولا پر عمل کیا جاسکتا ہے چنانچہ اسی گفتگو کے پس منظر میں اوراسی کے حوالے سے میں نے حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالیٰ سے اس سلسلہ میں بات کی تو انہوں نے اپنی علالت اور مصروفیات کے باعث انکار کردیا لیکن اسکے کچھ دنوں بعد چند ذمہ دار جماعتی بزرگوں نے حضرت مدظلہ سے باصرار یہ کہا کہ اگر آپ کی شخصیت کی وجہ سے جماعت خلفشار سے بچتی ہے تو آپ کو یہ ذمہ داری قبول فرما کر جماعت کیلئے قربانی دینی چاہیے اس پر مولانا عبیداللہ انور مدظلہ بادل

نخواستہ یہ منصب قبول کرنے پر تیار ہوئے اور اسی پس منظر میں خانپور میں مجلس عمومی کے اجلاس سے قبل مجلس شوریٰ کے اجلاس میں ناظم عمومی کے منصب کیلئے حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور کا نام پیش ہوا۔ حضرت مدظلہ اس منصب کے نہ پہلے امیدوار تھے نہ اب ہیں اور نہ ہی ان کا نام بطور امیدوار لیا گیا بلکہ ان کا نام اس فارمولا کے تحت کہ مولانا موصوف کو ناظم عمومی اور صاحبزادہ فضل الرحمان صاحب کو ناظم اول بنادیا جائے متفقہ تجویز کی صورت میں سامنے آیا لیکن بدقسمتی سے مفاہمت کے اس جذبہ کو ردکرتے ہوئے حضرت مدظلہ العالی کو باقاعدہ امیدوار سمجھ لیا گیا اور مجلس شوریٰ میں پیش کی جانے والی آراء کو ووٹنگ قرار دے کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ حضرت مولانا مفتی محمود قدس سرہ العزیز کے ایک پرانے، ایثار پیشہ اور جری وجسور رفیق کو مرحوم کے فرزند نے ووٹنگ میں شکست دے دی ہے۔ فیا اسفاہ

ناظم عمومی کیلئے حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی کا نام سامنے آنے کا پس منظر مختصراً گزارش کرنے کے بعد میں اس مسئلہ کی دستوری حیثیت پر بھی کچھ عرض کرنا چاہوں گا اور یہ درخواست کروں گا۔ کہ مندرجہ ذیل حقائق پر تھوڑی دیر کیلئے خالی الذہن ہوکر ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ غور فرمالیا جائے۔

☆ جمعیۃ کے کالعدم قرار پانے کے بعد نظام العلماء:

جہاں تک جمعیۃ علماء اسلام کا تعلق ہے صوبائی انتخابات کی تکمیل کے بعد مرکزی انتخاب سے قبل جماعت کالعدم قرار پائی۔ ہر سطح کے دفاتر سیل ہوگئے۔ مرکز سے لے کر مقامی شاخوں تک رکن سازی کا ریکارڈ تتر بتر ہوگیا اور مرکزی مجلس عمومی باضابطہ طور پر تشکیل نہ پاسکی۔

☆ نظام العلماء پاکستان کا ڈھانچہ اور نظام عارضی طور پر دستور وضابطہ کی کارروائیوں اور موشگافیوں میں پڑے بغیر قائم کیا گیا اور اسکے سب مراحل دستور وضابطہ کی بجائے افہام وتفہیم اور اعتماد کی فضا میں طے ہوئے

غیر دستوری اور بے ضابطہ مراحل:

ورنہ اگر دستور کی زبان میں بات کی جائے تو نظام العلماء پاکستان کی تشکیل سے لے کر اب تک کے تمام مراحل غیر دستوری اور بے ضابطہ قرار پاتے ہیں۔ مثلاً

(۱) جس اجلاس میں نظام العلماء پاکستان کے قیام کا فیصلہ ہوا وہ نہ تو باضابطہ طور پر بلایا گیا تھا اور نہ ہی اس کے لئے ایجنڈا جاری ہوا تھا۔ مدرسہ مخزن العلوم خانپور کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر جمع ہونے والے جماعتی حضرات دارالحدیث میں اکٹھے ہوئے اور اس نشست کو قومی کنونشن قرار دے کر نہ صرف نظام العلماء پاکستان کے قیام کا فیصلہ ہوا بلکہ مرکزی عہدہ داروں کا انتخاب بھی وہیں عمل میں لایا گیا۔

(۲) لاہور میں نظام العلماء پاکستان کے دستور کی منظوری کیلئے جس مجلس عمومی کا اجلاس منعقد ہوا خود اس کی اپنی دستوری بنیاد موجود نہیں ہے مجلس عمومی کے اجلاس کیلئے شرکاء کا تعین جس فارمولا کے مطابق کیا گیا وہ صرف حضرت مولانا مفتی محمود قدس سرہ العزیز اور میرے درمیان طے پایا اور اسی کے مطابق اجلاس منعقد ہوا۔ اب اگر ناظم عمومی اور ایک ناظم کے درمیان طے پا جانے والا فارمولا مجلس عمومی کی تشکیل کیلئے دستوری بنیاد بن سکتا ہے تو یہ اجلاس بھی دستوری تھا اور اس میں منظور کیا جانے والا دستور بھی باضابطہ کہلا سکتا ہے ورنہ جو دستوری حیثیت اس اجلاس کی طے پائے گی اس میں منظور ہونے والے دستور کی حیثیت اس سے یقیناً مختلف نہیں ہوگی۔

(۳) یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد خانپور میں مجلس شوریٰ کے پہلے اجلاس میں جب یہ سوال اٹھا کہ ناظم عمومی کے انتخاب کی مجاز مجلس شوریٰ نہیں مجلس عمومی ہے تو وہیں یہ سوال پیدا ہو گیا کہ مجلس عمومی کی تشکیل کی بنیاد کیا ہوگی؟ اس پر یہ فیصلہ ہوا کہ جمعیۃ علماء اسلام کی رکن سازی کا جو ریکارڈ مرکزی دفتر میں کالعدم قرار پائے جانے سے قبل موجود تھا اسکی بنیاد پر مجلس عمومی کیلئے نمائندے بلائے جائیں لیکن بدقسمتی سے مرکزی مجلس عمومی کی تشکیل کی بنیاد طے کرنے جیسا اہم اور بنیادی فیصلہ مجلس شوریٰ میں ہوا جو دستور کی بنیاد پر قائم ہونے والی مجلس عمومی کو بھی باضابطہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

(۴) دستور کی منظوری کے بعد مجلس عمومی کی تشکیل کا ایک ہی دستوری راستہ تھا کہ نئے سرے سے رکن سازی ہوتی اور ابتدائی، ضلعی اور صوبائی سطح پر مرحلہ وار باضابطہ انتخابات کے بعد مرکزی مجلس عمومی کے ارکان کا رکن سازی کے تناسب سے چناؤ ہوتا اسکے سوا اور کسی بھی ذریعہ سے تشکیل پانے والی مجلس عمومی کو دستور کی زبان میں باضابطہ اور دستوری قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ان گزارشات کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ میں ان مراحل پر کوئی اعتراض کر رہا ہوں بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ دستور کے حوالے سے محاذ آرائی کرنے والے بزرگ تصویر کے دسرے رخ کو بھی سامنے رکھیں ورنہ میں ان تمام مراحل کو درست سمجھتا ہوں اس لئے کہ جماعتی معاملات میں ہمیشہ باہمی اعتماد و مفاہمت کو بالادستی حاصل ہوتی ہے اور جو امور اعتماد و مفاہمت کے ذریعہ طے پا جائیں ان کے لئے دستوری موشگافیوں کا صرف نظر کرنا ہی جماعت کا مفاد اور حقیقت پسندانہ طرز عمل ہوتا ہے اور پھر اسے اگر جسارت پر محمول نہ کیا جائے تو یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ کونسا دستوری طرز عمل ہے کہ

☆ ایک طرف تو ناظم عمومی کے انتخاب کیلئے مرکزی مجلس شوریٰ کو مجاز ادارہ تسلیم نہ کیا گیا اور دوسری

طرف بعض صوبائی مجالس شوریٰ نے نہ صرف اس سلسلہ میں دوٹوک فیصلے کئے بلکہ صوبائی مجلس شوریٰ کے مبینہ فیصلہ سے اختلاف کے الزام میں کراچی کے ایک سرکردہ جماعتی عہدہ دار کے جماعت سے اخراج کے نوٹس تک بات پہنچی۔

☆ مجلس شوریٰ کے اجلاس میں غیرارکان کی شمولیت پر نہ صرف اصرار کیا گیا بلکہ شریک نہ کرنے کی صورت میں اجلاس کے بائیکاٹ کی دھمکی تک کی نوبت آئی۔

☆ حضرت مولانا خان محمد کندیاں کی دستورِ مجلس سے چشم پوشی:

حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم ہمارے مخدوم ومحترم بزرگ ہیں اور بلاشبہ ان بزرگوں میں سے ہیں جن کی دعاؤں اور برکات کے سہارے ہم جی رہے ہیں لیکن جب بات دستور کے حوالے سے ٹھہری ہے تو ادب، احترام، محبت اور عقیدت کے تمام تر جذبات اور احساسات کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ دستور کی پابندی کا یہ کونسا پہلو ہے کہ حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم ایک طرف تو مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر ہیں جس کے دستور میں یہ شق موجود ہے کہ مجلس کا کوئی عہدہ دار کسی دوسری جماعت کا عہدہ دار نہیں ہوسکتا اور دوسری طرف حضرت موصوف جمعیۃ علماء اسلام اور اس کے بعد نظام العلماء پاکستان کے مرکزی نائب امیر بھی بدستور چلے آتے ہیں اور پھر حضرت مدظلہ العالیٰ ایک طرف تو مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے ترجمان ہفت روزہ ''لولاک'' فیصل آباد کے ۲۴؍اپریل ۸۱ء کے تازہ شمارہ کے صفحہ اول پر یہ اعلان فرماتے ہیں کہ ''مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ایک غیر سیاسی، مذہبی جماعت ہے اس کا ملک کی الیکشنی سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے اسکی امارت کا بوجھ میرے ناتواں کندھوں پر ہے اس لئے مجلس کے علاوہ کسی اور جماعت کی کنوینر شپ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا'' اور دوسری طرف نظام العلماء پاکستان کے مجلس عمومی کے جس متوازی اجلاس کے ۱۰؍مئی کو شیرانوالہ لاہور میں منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا ہے اسکے چار کنونیروں میں نہ صرف حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ العالیٰ کا اسم گرامی موجود ہے بلکہ دستخط مبارک بھی ثبت ہیں۔

☆ مولانا درخواستی پر آمرانہ رویہ وغیرہ تین الزامات کی حقیقت:

امیر اگر اجلاس طلب نہ کر رہا ہو اور ارکان اجلاس بلانا چاہیں تو اسکے لئے دستور کی دفعہ ۱۹ میں واضح طریق کار موجود ہے اس دستوری طریق کار سے انحراف کر کے چار بزرگوں سے مجلس عمومی کے متوازی اجلاس کا داعی بننے کا جو فیصلہ فرمایا ہے وہ کونسے دستور کا حصہ ہے؟

دستوری مسائل کے مختصر تجزیہ وتحلیل کے بعد اب میں حضرت الامیر مولانا محمد عبداللہ درخواستی

دامت برکاتہم پر لگائے گئے غیر دستوری اور آمرانہ رویہ کے الزام پر بھی کچھ عرض کرنا چاہوں گا اسلئے یہ الزام بھی دستور کی زبان میں درست قرار نہیں پاتا اگر حضرت الامیر مدظلہ کے رویہ میں شدت اور اس کے بے لچک ہونے کی شکایت کی جاتی تو کسی حد تک قابل غور تھی لیکن اس رویہ کو غیر دستوری قرار دینے کی خود دستور نفی کرتا ہے مثلاً اس ضمن میں حضرت الامیر مدظلہ کے طرز عمل پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں وہ تین ہیں۔

(۱) انہوں نے مجلس شوریٰ کی عمومی رائے کو نظر انداز کر کے اپنے فیصلہ کو مجلس شوریٰ کے فیصلے کے نام سے پیش کیا۔

(۲) انہوں نے مجلس عمومی کو ناظم عمومی کے انتخاب کے سلسلہ میں ووٹنگ کا حق نہیں دیا۔

(۳) انہوں نے جماعت کو توڑ دیا۔

جہاں تک مجلس شوریٰ کی عمومی رائے کو نظر انداز کرنے کا تعلق ہے اس ضمن میں دستور کی دفعہ ۱۳ شق (د) کے ان الفاظ پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ ”جو معاملات مجلس شوریٰ میں مختلف فیہا ہونگے ان میں آخری فیصلہ امیر کے ہاتھ میں ہوگا“

اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہے کہ مجلس شوریٰ میں اختلاف رائے کی صورت میں قلت و کثرت کا اعتبار کئے بغیر امیر اپنی صوابدید پر فیصلہ کرنے کا حق رکھتا ہے اور اس کے فیصلہ کو غیر دستوری قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مجلس عمومی کو ووٹ کا حق نہ دینے کے سلسلے میں بھی حضرت الامیر مدظلہ کے طرز عمل کو زیادہ سے زیادہ شدت ترتیب کی غلطی پر ہی محمول کیا جا سکتا ہے۔ سراسر غیر دستوری قرار دینے کی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ دستور کے دفعہ ۷ شق (و) میں درج ہے کہ ”ہر تنظیم کی مجلس عمومی سب سے پہلے امیر کا انتخاب کرے گی اس کے بعد باقی عہدہ داروں کا لیکن ان کا انتخاب امیر کی منظوری پر ہی حتمی متصور ہوگا“ یعنی امیر کے سوا باقی تمام عہدہ دار و مجلس عمومی کی طرف سے منتخب ہو جانے کے بعد بھی امیر کی منظوری اور توثیق کے محتاج ہیں اور اس معاملہ میں امیر کی رائے کو بالا دستی اور فیصلہ کن فوقیت حاصل ہے اس لئے اب اعتراض کی صرف یہ پہلو باقی رہ جاتا ہے کہ امیر محترم اگر ایک شخص کو بطور ناظم عمومی قبول کرنے کو تیار نہیں تھے تو انہیں انتخاب کے بعد اپنا دستوری حق استعمال کر کے اسے نامنظور کر دینا چاہئے تھا انتخاب سے پہلے ہی اپنے بے لچک موقف کا اعلان کیوں کر دیا؟ لیکن اگر دقت نظر سے کام لیا جائے تو دونوں صورتوں میں سے اھون البلیتین کی صورت ہے جسے حضرت الامیر مدظلہ نے اختیار کیا فافہم و تدبر!

باقی رہا جماعت کو توڑنے کا مسئلہ تو اس بارے میں انتہائی ادب واحترام کے ساتھ یہ جسارت کروں گا کہ یہ خلاف واقعہ تاثر پھیلانے والے بزرگوں نے جماعت اور اس کے ورکروں کے ساتھ کوئی انصاف نہیں کیا اسلئے کہ حضرت الامیر مدظلہ نے جماعت کو توڑنے کا ہرگز فیصلہ نہیں کیا صرف مرکزی وصوبائی تنظیموں کو عارضی طور پر توڑا ہے ضلعی اور مقامی سطح پر جماعت بدستور موجود ہے اور مرکزی وصوبائی تنظیموں کو توڑنے کا فیصلہ بھی خانپور میں مجلس عمومی کے اجلاس میں پیش آنے والی افسوسناک صورت حال کے بعد ناگزیر تھا کیونکہ اگر مجلس عمومی کے عنوان سے جمع ہوجانے والے جذباتی ہجوم کو اس وقت فیصلہ کیلئے آزاد چھوڑ دیا جاتا تو مفاہمت اور بات چیت کی جو مساعی اس کے بعد سے اب تک جاری ہیں (اور جن کے بار آور ہونے کا کم از کم مجھے ضرور یقین ہے) ان مساعی کیلئے بھی کوئی گنجائش ہی نہ رہ جاتی اور جماعت کا مستقبل وقتی جذباتیت کی بھینٹ چڑھ جاتا۔ ان معروضات کے بعد میں پھر اپنے موقف کی طرف آتا ہوں جو آج بھی یہی ہے کہ یہ مسئلہ ووٹنگ کا نہیں افہام وتفہیم کا ہے اور اب بھی اس کا حل یہ ہے کہ محاذ آرائی، انتخابی مہم اور ایک دوسرے کے خلاف الزام تراشی کے سلسلہ یکسر ترک کر کے مجلس شوریٰ کی سطح پر آپس میں بیٹھ کر حضرت الامیر مدظلہ کی سرپرستی اور سربراہی میں اس مسئلہ کو نمٹا لیا جائے۔

صاحبزادہ فضل الرحمان صاحب کو پہلے مرحلہ میں ہی ناظم عمومی بنا دینا مناسب نہیں ہے اس لئے مولانا عبیداللہ انور کو ناظم عمومی اور صاحبزادہ فضل الرحمان صاحب کو ناظم اول تسلیم کرلیا جائے تاکہ جماعتی کام میں جمود ختم کر کے کام کو آگے بڑھایا جاسکے۔

مولانا درخواستی کا ایم آر ڈی سے لاتعلقی کا واضح اعلان:

میں ایم آر ڈی کی صورت میں پیپلز پارٹی کے ساتھ اشتراک عمل کے بارے میں بھی مختصراً اتنی بات عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ پارٹی کے سربراہ کی حیثیت سے حضرت درخواستی مدظلہ کے واضح اعلان لاتعلقی کے بعد اب ہمارا ایم آر ڈی کے ساتھ کوئی تعلق باقی نہیں ہے اور صاحبزادہ فضل الرحمان صاحب کی طرف سے اس تاثر کا اظہار درست نہیں ہے کہ ابھی اس سلسلہ میں فیصلہ ہونا باقی ہے حضرت الامیر مدظلہ کا قطعی فیصلہ سامنے آچکا ہے اور اب اس معاملہ میں شکوک وشبہات کا کوئی جواز نہیں ہے۔ مجھے امید ہے کہ جماعتی بزرگ اور احباب میری گزارشات پر پوری سنجیدگی اور توجہ کے ساتھ غور فرمائینگے اور اس بارے میں مجھے اپنی گراں قدر رائے سے جلد از جلد آگاہ فرمائیں گے تاکہ اگر میری سوچ میں کوئی کوتاہی ہے تو میں اس پر نظر ثانی کرسکوں۔ والسلام: احقر ابوعمار زاہد الراشدی

خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ، سابق مرکزی ناظم نظام العلماء پاکستان